ھوتا تھا جس کو ھیکل کہتے تھے ۔ ان کے چند مشہور ھیکل یہ تھے ھیکل ریزیر ، ھیکل فتاح اور ھیکل آمون ۔ مصری باشندے خاص ایام میں ان مندروں پر جا کر رسوم و آداب بجا لاتے تھے ۔ یہ ایام مصریوں کے ھاں بڑے مقدس شمار ھوتے تھے ۔ ان میں یہ خیال عام تھا کہ ان ایام میں جو بچہ پیدا ھوتا ہے آگے چل کر وہ ایک عظیم مذھبی رھنما بنتا ہے ۔ (١) ۔

اھل کتاب میں یہودیوں کے ھاں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور قدیم زمانہ سے موجود رھا ہے ۔ چنانچہ زمانہ دراز قبل مسیح سے یہودی بیت المقدس کے اس مقام پر رسمیں ادا کرتے تھے جہاں ان کے خیال میں تابوت عہد رکھا ھوا تھا ۔ سال میں تین بار یہودی اس مقام پر آکر یہ فریضہ ادا کرتے تھے (ان ایام میں یروشلم کے مقام پر ایک عظیم الشان بازار لگتا تھا ، جو آگے چل کر اس شہر کی آبادی کا سبب بنا) ۔

یہاں تک کہ طیطس نے ٧٠ء میں بیت المقدس پر حملہ کرکے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ، جس میں ھزاروں یہودی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور جو زندہ بچ گئے ان کو جلاوطن کر دیا گیا ۔ جس کے نتیجہ میں پانچ سو سال تک ان کا یہ فریضہ موقوف رھا ، تاآنکہ رجب ١٦ھ بمطابق ٦٣٦ء میں مسلمانوں نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اسے فتح کیا ۔ اور ایک معاھدے کے تحت یہودیوں کے ساتھ عیسائیوں کو بھی امن و امان کے ساتھ بیت المقدس میں آکر رھنے اور مذھبی مراسم ادا کرنے کی اجازت مل گئی۔ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں کچھ عرصہ کے لئے پھر ان کو دشواریوں

کا سامنا کرنا پڑا ۔ ۱۵۱۷ ء میں جب بیت المقدس ترک عثمانیوں کے ہاتھ آیا تو پہلے کی طرح پھر یہودیوں کو بیت المقدس آکر مذہبی فرائض ادا کرنے کی سہولت حاصل ہوئی ۔ اس تاریخ سے آج تک یہودی ہیکل سلیمانی کے پاس یہ عبادت ادا کرتے ہیں ۔(۲)

عیسائیوں کی مذہبی کتابوں میں ایک لفظ پلگریمج (PILGRIMAGE) ملتا ہے ، جس کے معنی حج و زیارت کے ہیں ۔ ان کے یہاں اس لفظ کا اطلاق صرف اس سفر پر ہوتا ہے جس میں مقامات مقدسہ و متبرکہ کی زیارت کا قصد ہو (۳) ۔

چنانچہ عیسائی ۳۰۶ء بعد المسیح سے بیت المقدس میں یہ مذہبی فریضہ بجا لاتے ہیں ان کے ان مراسم کا چار مقامات سے تعلق ہے (۱) بیت المقدس (۲) بیت لحم (۳) اریحا (۴) اور دریائے اردن ۔ زائرین کے قافلے جب بیت المقدس کے قریب پہنچ جاتے ہیں تو بیت المقدس میں داخل ہونے سے پیشتر دریائے اردن میں غسل کرتے ہیں ۔ ان کے خیال کے مطابق اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی تطہیر ہوئی تھی ۔ غسل کے بعد معمولی کپڑے اتار دیتے ہیں اور ایک چادر پہن کر بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں ۔ دوسرے مراسم کے علاوہ جو یہ لوگ ادا کرتے ہیں ایک کلیسائے مزار مقدس کا تین مرتبہ طواف کرنا ہے ۔ کلیسائے مزار مقدس شاہ قسطنطین اعظم کی والدہ ملکہ ہلینا نے زر کثیر صرف کرکے تعمیر کرایا تھا ۔ جس کے وسط میں حضرت مسیح علیہ السلام کا مفروضہ مزار ہے ۔(تمام کلیساؤں میں اس کو ممتاز اور مقدس سمجھا جاتا تھا) ۔ کلیسائے مزار مقدس کی رسومات ادا کرنے کے بعد زائرین اریحا جاتے ہیں اور

وھاں سے دریائے اردن جاکر نہاتے ھیں ۔ واپسی پر دریائے اردن کا پانی بطور تبرک لے جاتے ھیں جیسے زمزم کا پانی مسلمان حاجی مکہ سے لاتے ھیں ۔ سلجوقیوں کے بیت المقدس پر قبضہ کے بعد عیسائی زائرین کی توجہ بیت المقدس کے بجائے روم میں پطرس اور پولس کی کلیساؤں کی طرف ھو گئی ۔ ان کا خیال تھا کہ جو قمیص حضرت مسیح پہنا کرتے تھے وہ روم کی کلیسا میں ہے لیکن اس وقت عیسائی زیادہ تر دوسرے مقامات کے بجائے بیت المقدس ھی جاتے ھیں (۴)۔

ھندو مذھب میں بھی قدیم زمانہ سے اس کا تصور پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ آج بھی ھندوستان کے بعض مشہور مندروں پر ھندو خاص ایام میں جاکر مذھبی مراسم و آداب بجا لاتے ھیں ۔ جس کو ھندی میں یاترا کہتے ھیں ۔

چینیوں کے ھاں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور نہایت قدیم ہے ۔ چینی زمانہ دراز سے " نیان " کے مندر پر دور دراز سے سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے آتے ھیں ۔ اور اس مقام پر مذھبی مراسم ادا کرتے ھیں ۔

اسی طرح جاپانیوں میں بھی مذھبی عبادت کی حیثیت سے اس کا تصور نہایت قدیم زمانہ سے چلا آ رھا ہے ۔ جاپانی صوبہ " ساگا " کے مشہور مندر کی زیارت مذھبی فریضہ کی حیثیت سے کرتے ھیں ۔ ان کے ھاں زندگی میں ایک مرتبہ اس مندر کی زیارت مذھبی فریضہ شمار ھوتی ہے ۔ اور جیسے مسلمانوں کے نزدیک ایک سے زائد مرتبہ حج باعث بلندی درجات اور کارثواب شمار ھوتا ہے اسی طرح ان کے ھاں بھی ایک سے زائد مرتبہ اس مندر کی زیارت کار ثواب ہے ۔ مراسم

و آداب بجا لاتے وقت ان لوگوں کا لباس تقریباً ویسا ھوتا ہے جیسا مسلمان احرام کی حالت میں پہنتے ھیں (۵) ۔ ان کے علاوہ بھی دنیا کے قدیم سے قدیم مذاھب میں مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور موجود رھا ہے۔ تاریخ سے معلوم ھوتا ہے کہ قدیم سامی اقوام میں بھی مقامات مقدسہ کی زیارت کا تصور پایا جاتا تھا ۔ چنانچہ وہ لوگ مذھبی عبادت کی حیثیت سے اس کو ادا کرتے تھے جس سے اس کی قدامت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مناسک حج کی تاریخ :

ھمارے حج کی ابتداء کب اور کیسے ھوئی ؟ اور بنی نوع انسان میں سب سے پہلے کس نے یہ روایت قائم کی ۔

تاریخ بتاتی ہے کہ حج کی عبادت ابتدائے آفرینش سے چلی آرھی ہے۔ تاریخی روایات سے معلوم ھوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب زمین پر اتارا گیا اور آپ کو مکہ کے مقام پر پہنچا دیا گیا تو آپ نے اپنے رب سے فرشتوں کی آوازیں نہ سننے کی شکایت کی جس کے جواب میں آپ کو بیت اللہ کی تعمیر اور اس کے طواف کا حکم ھوا ۔

بیہقی نے اپنی کتاب « دلائل النبوۃ » میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالی نے جبریل امین کے ذریعے ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں ۔ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ھیں اور یہ گھر" اول بیت وضع للناس" یعنی پہلا

وہ گھر ہے جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے (٦) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :

حج آدم فقضی المناسک فلما حج قال رب لکل عامل اجرہ قال اللہ تعالیٰ اما انت یا آدم فقد غفرت لک واما ذریتک ممن جاء منھم ھذا البیت فباء بذنبه غفرت له (٧)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے حج کیا اور مناسک حج پورے کئے ، جب حج سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے اے پروردگار ہر عامل کو اجر ملتا ہے (میں بھی اس کا مستحق ہوں) اللہ تعالی تعالی نے فرمایا اے آدم تجھ کو میں نے بخش دیا اور تیری اولاد میں جو اس گھر پر آکر اپنی گناہوں کا اعتراف (توبہ واستغفار) کرے گا میں اس کی بھی مغفرت کر دوں گا ۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام تک آپ کی ذریت بیت اللہ کا حج کرتی چلی آئی ۔ پھر طوفان نوح میں کعبة اللہ کو اٹھا لیا گیا ۔ اس کے بعد جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو آپ نے اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیہ السلام کے ساتھمل کر بیت اللہ کی تعمیر انھی بنیادوں پر دوبارہ کر دی اور دنیا کو پھر مناسک حج سے روشناس کیا ۔ اس لئے ڈوزی (٨) کا یہ نظریہ سراسر غلط اور تاریخی شواھد سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ مناسک حج یہودی الاصل ہیں ۔ ھمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہودیوں کے ھاں اس قسم کا کوئی مذھبی فریضہ نہیں ۔یہودیوں میں اسلامی حج سے ملتے جلتے ایک مذھبی فریضہ کا تصور یقیناً موجود تھا مگر ان چند رسومات کے وجود سے یہ لازم نہیں آتا کہ حج کا تصور سب سے پہلے

یہودی مذہب نے پیش کیا ہو یا یہ کہ اسلامی حج یہودی مراسم سے لیا گیا ہو۔

بناء کعبہ کی مختصر تاریخ :

حج کا تعلق چونکہ براہ راست بیت اللہ سے ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بیت اللہ کی تعمیر کا اجمالاً ذکر کر دیا جائے۔

تعمیر کعبہ کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ اہل علم کا ایک طبقہ اس پر مصر ہے کہ بیت اللہ کی ابتدائی تعمیر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے، اس سے پہلے کی تعمیر ثابت نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تعمیر کعبہ کے سلسلہ میں جتنی روایات اور تاریخی شواہد پائے جاتے ہیں، ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ یہ سب روایات اور شواہد ناقابل اعتماد اور اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں کوئی معتبر دلیل اس کی موجود نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بھی بیت اللہ کی تعمیر کسی نے کی ہو۔

ولم یجئی فی خبر صحیح عن معصوم ان البیت کان مبنیاً قبل الخلیل علیه السلام .... ولکن کل هذه الاخبار عن بنی اسرائیل (۹).

(پیغمبر علیہ السلام سے کسی صحیح حدیث میں یہ منقول نہیں ہے کہ حضرت خلیل اللہ سے پہلے بھی بیت اللہ کی تعمیر ہوئی ہو،.... اور یہ سب روایتیں اسرائیلیات کی قبیل سے ہیں۔

ابراہیم رفعت پاشا لکھتے ہیں۔

وأما بناء الملائکة و آدم وشیث فلم یصح (۱۰)

فرشتوں، آدمؑ اور شیث کی تعمیر کعبہ ثابت نہیں ہے۔

حسین هیکل نے اپنی کتاب «في منزل الوحی» میں فرشتوں اور بناء آدم علیه السلام سے متعلق تمام روایتیں نقل کرکے ان پر سخت تنقید کی ہے که ان روایات کی حیثیت ایک افسانه سے زیاده نهیں ہے۔

وه ظاهری قرائن سے بھی استدلال کرکے ثابت کرتا ہے که حضرت ابراهیم علیه السلام کے وادی مکه میں آنے سے قبل یہاں کسی نے بھی کعبه یا بیت الله کے نام سے کوئی تعمیر نهیں کی تھی ۔ حضرت ابراهیم علیه السلام هی خدا کے وه پہلے نبی هیں جنھوں نے سب سے پہلے بیت الله کی تعمیر فرمائی ہے (۱۱)۔

دوسرے اهل علم حضرات کی رائے اس کے برعکس یه ہے که بیت الله کی تعمیر حضرت ابراهیم علیه السلام سے پہلے هو چکی تھی ۔ البته اس میں اختلاف ہے که سب سے پہلے حضرت آدم علیه السلام نے کی یا فرشتوں نے ۔ اس طرح یه دونوں فریق ان روایات اور تاریخی شواهد کو صحیح تسلیم کرتے هیں جو جناب خلیل الله علیه السلام سے قبل تعمیر کعبه کے متعلق موجود هیں ۔

قرائن اور قرآنی اشارات کو سامنے رکھ کر ان روایات و شواهد کا تجزیه کیا جائے تو یه بات زیاده قرین حق معلوم هوتی ہے که بناء ابراهیمیؑ سے قبل بیت الله کی تعمیر یقیناً هو چکی تھی ، قطع نظر اس سے که پہلے فرشتوں نے کی ہے یا جناب آدم علیه السلام نے اور همارے خیال میں اس رائے کی درست اور قابل قبول هونے کی چند وجوهات هیں :

(۱) اس زمانے کے واقعات پر یقینی دلائل کے ذرائع تقریباً نه هونے کے برابر هیں ۔ قرآن مجید کا یه موضوع هی نهیں ہے اور فرائض

نبوت میں تاریخی واقعات کی تشریح صرف اس حد تک شامل ہے جہاں تک عقیدے اور عمل کا تعلق ہے۔ تمام تاریخی واقعات کی تشریح پیغمبر کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے کسی تاریخی واقعہ کے قابل قبول ہونے کے لئے صرف ان دو ذرائع علم پر انحصار صحیح نہیں ہے۔

(۲) فرشتوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر سے متعلق روایات کے مقابلہ میں ایسی روایات موجود نہیں ھیں۔ جن میں اس کی نفی یا انکار پایا جاتا ہو۔

(۳) ان روایات کا عقیدے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے مواقع پر ضعیف سے ضعیف روایت کو بھی قبول کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو علوم حدیث سے واقفیت رکھنے والے کسی شخص پر مخفی نہیں ہے۔

(۴) ان روایات میں سے بعض جلیل القدر صحابہؓ سے مروی ھیں۔ چنانچہ الازرقی نے اخبار مکہ میں امام ابن حجر العسقلانی نے فتح الباری میں اور عبدالرزاق نے مصنف میں بعض صحابہ سے روایت کی ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ اس لئے ان روایات کو قطعی طور پر بے بنیاد نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

کان آدم اول من اسس البیت وصلی فیہ' یعنی سب سے پہلے حضرت آدمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور اس میں نماز ادا کی۔

(۵) قرآن مجید کی کئی آیات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام سے قبل بیت اللہ کی تعمیر ہو چکی تھی

اور آپ نے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر فرمائی ہے۔ مثلاً وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ (۱۲) وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ (۱۳) رَبَّنَآ اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (۱۴) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ (۱۵)

ان دلائل کے ہوتے ہوئے اس رائے کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر حضرت ابراهیم علیه السلام سے قبل ثابت نہیں ہے۔

لہذا بنا بر اختلاف روایات حضرت ابراهیم علیه السلام کی تعمیر تیسری یا چوتھی تعمیر ہے اور اس طرح اب تک بیت اللہ کی تعمیر مجموعی طور پر گیارہ مرتبہ ہو چکی ہے۔ جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ (۱) فرشتوں کی تعمیر (۲) حضرت آدم علیه السلام کی تعمیر (۳) شیث علیه السلام کی تعمیر (۴) حضرت ابراهیم علیه السلام و اسمعیل علیه السلام کی تعمیر (۵) قوم عمالقه کی تعمیر (٦) قبیله جرهم کی تعمیر (۷) قصی بن کلاب مورث اعلیٰ قریش کی تعمیر (۸) قریش کی تعمیر (۹) عبداللہ بن زبیر کی تعمیر (۱۰) حجاج بن یوسف ثقفی کی تعمیر ۷۴ ھ (۱۱) اور سب سے آخری تعمیر ۱۰۳۹ھ میں عثمانی خلیفه سلطان مراد بن سلطان احمد کے ہاتھوں ہوئی جو اب تک موجود ہے (۱٦)۔

ملت ابراهیمی اور حج :

حضرت ابراهیم علیه السلام کو خدا نے ایسے وقت میں مبعوث فرمایا ، جب پوری دنیا بت پرستی کی لعنت میں گرفتار تھی ، ہر طرف کفر و ضلالت اور مشرکانه عقائد و اعمال کا دور دورہ تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالی نے اپنے خلیل حضرت ابراهیم علیه السلام

کو ملک شام سے هجرت اور جزیرہ عرب میں مکه کی وادی غیر ذی زرع میں بیت الله کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا ۔ حضرت ابراهیمؑ نے اپنے رب کے حکم پر لبیک کہا اور اپنے فرزند حضرت اسمعیل علیه السلام کے ساتھ مل کر بیت الله کو قدیم بنیادوں پر ازسر نو تعمیر فرمایا ۔ تعمیر سے فارغ ہوئے تو جبریلؑ آئے اور کہا که اب اس کا طواف کریں ، باپ بیٹے نے مل کر کعبه کا سات مرتبه طواف کیا ۔ اور پھر جبریل امین کی همراهی میں آپ نے تمام مناسک حج ادا کئے ۔ هر مقام پر جبریل امین آپ کے همراہ هوتے تھے ۔ اس طرح آپ نے جبریل علیه السلام کی تعلیم کی روشنی میں سب مناسک ادا کئے ۔ علامه ازرقی لکھتے هیں که جب حضرت ابراهیم علیه السلام جبریل کی تعلیم سے مناسک حج ادا کرتے ہوئے عرفات پہنچے تو جبریل نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے مناسک حج سیکھ لئے ؟ آپ نے فرمایا ، هاں سیکھ لئے ۔ اس لئے اس مقام کا نام عرفات هو گیا ۔ ماده عرف کے معنی جاننا پہچاننا (۱۷)۔

جب حضرت ابراهیم و اسمعیل علیهما السلام وه تمام مناسک ادا کر چکے جو آج امت مسلمه ادا کرتی ہے تو حکم هوا که اب ساری دنیا کو یہاں آکر حج ادا کرنے کی دعوت دو ۔

وَ اَذِّنْ فِیْ النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالاً وَّ عَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (۱۸) ۔

اور لوگوں میں حج کے لئے منادی کر دو که تمهاری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر (سوار هو کر) جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے هوں چلے آئیں ۔

اپنے رب کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جناب خلیل اللہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو خدا کی طرف سے بیت اللہ کے حج کی دعوت ان الفاظ میں دی ۔

یا ایہا الناس کتب علیکم الحج الی البیت العتیق فاجیبوا ربکم(۱۹)

اے لوگو ؛ خدا نے تم پر بیت اللہ کا حج فرض کر دیا ہے۔ پس خدا کے حکم پر لبیک کہو ۔

اور اس طرح اس دعوت کی صدائے بازگشت قیامت تک آنے والی نسل انسانی نے سن لی ، چنانچہ اس دعوت ابراہیمی کے نتیجہ میں جتنے انبیاء آپ کے بعد آئے سب نے بیت اللہ کا حج ابراہیمی تعلیمات کی روشنی میں ادا کیا ۔

قال ابن اسحاق لم یبعث اللہ نبیا بعد ابراہیم الا وقد حج (۲۰)۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خدا نے جس نبی کو بھی حضرت ابراہیم کے بعد بھیجا ہے اس نے بیت اللہ کا حج ادا کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت توحید کے اثرات جزیرۂ عرب اور بیرون جزیرہ ظاہر ہونے لگے تو ایک بڑی خلقت نے بت پرستی چھوڑ کر دین ابراہیمی کو قبول کیا ۔ اور حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی تعلیمات کے مطابق لوگ بیت اللہ کا حج ادا کرنے لگے ۔

زمانہ جاہلیت کا حج :

جب تک جزیرہ عرب میں دین ابراہیمی کے اثرات اور تعلیمات باقی تھیں عرب کے لوگ اور دوسرے قبائل ان تعلیمات کی روشنی

میں مناسک حج ادا کرتے رہے ۔ لیکن بعد زمانہ اور مرور ایام کے سبب جب جہالت عام ہوئی تو دین ابراھیمی کے بنیادی اصول لوگوں نے بھلا دیئے اور دوسری بت پرست اقوام سے اختلاط کے سبب مشرکانہ عقائد و اعمال اپنا لئے ۔ چنانچہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی تعلیم کردہ عبادات کو مشرکانہ مراسم سے بدل دیا گیا ۔ عرب کے باشندے جہالت اور بت پرستی میں اس حد تک آگے نکل گئے کہ انہوں نے کعبہ کے اردگرد اور کعبہ کے اندر بے شمار بت نصب کر دیئے(۲۱)۔

تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ جزیرہ عرب میں بیت اللہ کے علاوہ بھی بعض ایسے مقامات تھے جن کو وہ بیوت اللہ یا بیوت الحرام کہتے تھے ۔ ان مقامات پر بھی جاھلیت میں لوگ مراسم حج ادا کرتے تھے ۔ ان میں زیادہ مشہور یہ تھے (۱) بیت الاقصیر (۲) بیت ذی الخلصة (۳) بیت صنعأ (۴) بیت رضا (۵) اور بیت نجران اس کو کعبة النجران بھی کہتے تھے ۔

(۱) بیت الاقصیر ، یہ قضاعہ ، لخم و جزام وغیرہ قبائل کا کعبہ تھا ، یہاں آکر وہ مناسک حج کی طرح مراسم ادا کرکے سر کے بال منڈایا کرتے تھے ۔

(۲) بیت ذی الخلصة ، اس کو کعبہ یمانیہ کہا کرتے تھے ، یہ دوس، خثعم ، بجیلہ قبائل کے معبودوں کا مرکز تھا ۔ اس کو کعبہ یمانیہ کہنے کی وجہ سے کعبة اللہ کو یہ لوگ کعبہ شامیہ کہتے تھے ۔ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جریر بن عبداللہ نے اس کو منہدم کرایا ۔

(۳) بیت رضا ، بنو ربیعہ کا کعبہ تھا ، مستوغر بن ربیعہ نے اس کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منہدم کرا دیا تھا ۔

(۴) کعبۃ النجران کو بیت اللہ کے طرز پر بنایا گیا تھا ۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کو کھالوں سے بنایا گیا تھا ۔ بیت اللہ کے برابر اس کی تعظیم کی جاتی تھی ۔

لیکن جاھلیت کے لوگ باوجود اختلاف مذاھب و اعتقادات کے بیت اللہ کی تعظیم پر متفق تھے اور اس کو بیت اللہ سمجھتے تھے ، یہی وجہ ہے کہ دین ابراھیمی کو پورے طور پر بت پرستی سے بدل ڈالنے کے باوجود جاھلیت کے لوگ عرب و عجم سب ھی بیت اللہ کے حج اور اس کی زیارت کو موجب ثواب سمجھتے تھے ۔ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ فارس کے شاھان اکاسرہ کے جد اعلیٰ ساسان بن بابک نے بھی کعبۃ اللہ کا حج کیا تھا ۔ اور اس کے بعد اس کی قوم میں بھی اس کا رواج رھا (۲۲)۔

قبائل عرب میں قریش کو دین ابراھیمی کی پیروی کا دعوی تھا۔ وہ خود کو بیت اللہ کی تولیت کا اجارہ دار بھی سمجھتے تھے ۔ اپنی اس امتیازی حیثیت کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے مناسک حج میں اپنے لئے بہت سی ترمیمات کرلی تھیں

قریش نے عام لوگوں پر لازم قرار دیا تھا کہ وہ صرف حمس کے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے ھیں ، اس لئے غیر حمسی یا تو کپڑے مانگ کر یا کرایہ پر لیکر طواف کرتے تھے ۔ مرد مردوں کے کپڑوں میں اور عورتیں عورتوں کے کپڑوں میں طواف کرتی تھیں جن لوگوں کو یہ کپڑے میسر نہ آتے وہ ننگے طواف کرتے تھے، مرد دن کو اور عورتیں رات کو جو لوگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے وہ ان کو طواف کے بعد

اتار کر حرم میں چھوڑ دیتے تھے ، ان کو دوبارہ استعمال کرنا جائز نہ سمجھتے تھے ۔ ان کپڑوں کا نام « لقا » رکھا ہوا تھا ۔ بعض روایات میں ننگے طواف کرنے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ عام کپڑوں میں اس لئے طواف نہیں کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں وہ دن رات گناہ کرتے ہیں ان میں خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرنا چاہیئے ۔

لانعبد اللہ فی ثیاب اذنبنا فیہا (۲۳) یعنی جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ہم ان میں اللہ کی عبادت نہیں کرنا چاہتے ۔

اسی نظریہ کے تحت وہ ننگے طواف کرتے تھے ۔ عورتیں بھی نہایت معمولی کپڑا (جس سے صرف شرمگاہ کا ستر ہو جاتا تھا) پہن کر طواف کرتی تھیں (بعض روایات میں ہے کہ یہ معمولی ستر بھی نہیں ہوتا تھا) مادرزاد ننگی ہو کر طواف کرتی تھیں اور یہ کہا کرتی تھیں ۔

الیوم یبدو بعضہ اوکلہ وما بدأ منہ فلا احلہ (یعنی آج سارا بدن یا اس کا کچھ حصہ کھل جائے گا لیکن اس میں سے جو کھل جائے گا میں اس کا دیکھنا کسی کے لئے حلال نہیں کرتی) ۔

ایک امتیاز انہوں نے یہ قائم کر رکھا تھا کہ وہ عرفات جو حج کی اصل عبادت گاہ تھی نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے اور اس کے حرم کے پاسبان ہیں ۔ ہم اہل حرم ہیں ہم حدود حرم سے باہر نہیں جا سکتے ۔ یہ ہمارے خاندان کی توہین ہے ۔ اس لئے وہ صرف مزدلفہ تک جاکر ٹھہر جاتے تھے ۔ باقی لوگ عرفات چلے جاتے ، حالانکہ وہ خود بھی عرفات چلے جانے کو مناسک حج میں شمار کرتے تھے ۔

قرآن مجید نے ان کے اس زعم باطل کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا ہے :

ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (۲۴) پھر تم وھیں سے چلو جہاں سے لوگ چلتے ھیں ۔

ان بدعات کے علاوہ انہوں نے حج کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا تھا ، جس کو « حج مصمت » کہتے تھے ۔اس حج میں شروع احرام سے آخر تک بولنا جائز نہیں سمجھا جاتا تھا ۔ جاھلیت کے لوگ اس کو بڑا ثواب جانتے تھے ۔ اسلام نے اس تکلیف مالا یطاق سے منع کر دیا ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنه نے ایک عورت کو جس کا نام زینب بنت المہاجر تھا دیکھا کہ بالکل خاموش ہے ، دریافت کرنے پر معلوم ھوا کہ اس نے حج مصمت کی نیت کی ہے ۔ آپ نے اس فعل سے اس کو منع کیا اور فرمایا یہ فعل حلال نہیں ہے ، یہ زمانہ جاھلیت کی بات ہے (۲۵) ۔

حاصل یہ کہ جزیرۂ عرب میں دین ابراھیمی کے مکمل خاتمہ کے باوجود جاھلیت کے لوگوں میں اس دین کے بعض آثار و علامات ظہور اسلام تک موجود تھیں ۔ دین ابراھیمی کے ان باقیات میں سے ایک حج بھی تھا ، اگرچہ بت پرستی اور مشرکانہ اعتقادات کی بنا پر حج ابراھیمی اپنی صحیح صورت میں باقی نہیں رھا تھا ۔ بلکہ احرام سے لے کر اختتام تک قدم قدم پر بے شمار مشرکانہ اعمال اور بدعات کی وجہ سے حج کی صورت ھی مکمل طور پر بدل گئی تھی ۔ اس کے باوجود حج کا تصور پورے اہتمام کے ساتھ ظہور اسلام تک موجود رھا ۔ جاھلیت کے لوگ صدیوں سے بیت اللہ کا حج ھر سال پابندی کے

ساتھ کرتے چلے آ رہے تھے۔

حج اسلام :

پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے ابتدا میں دین ابراھیمی کے ان نام نہاد مدعیوں کو اسی حالت میں بیت اللہ کا حج ادا کرتے چھوڑا اور اپنی تمامتر کوششیں دعوت توحید پر مرکوز کر دیں۔ مشرکین مکہ کے لئے ایک زبردست چیلنج تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو ستانا اور ان پر مظالم ڈھانے شروع کر دیئے۔ بالآخر آپ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ ھجرت کرنے کا حکم ملا۔ مدینہ میں مسلمان بڑی بے چینی سے اس وقت کے منتظر تھے۔ جب وہ مکمل اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کا حج کریں۔ ادھر مشرکین مکہ کی عداوت اس حد تک آگے بڑھ گئی تھی کہ مسلمانوں کو ایک نظر بھی بیت اللہ کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ بالآخر ٦ ھ میں مسلمانوں کی اس دلی تمنا کے پورے ہونے کے آثار ظاھر ھونے شروع ھوئے۔ جب کہ حج کو اسلام کا پانچواں اور آخری اھم رکن قرار دیا گیا۔ لیکن فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر حج ادا کرنا ممکن نہیں تھا۔ ۸ ھ میں مکہ فتح ھوا۔ مگر اس سال بھی ملک میں امن و امان اچھی طرح قائم نہ ھونے کی وجہ سے حج مشرکین مکہ ھی کے اھتمام میں ھوا۔ مسلمانوں نے حضرت عتاب بن اسید کے ساتھ جو مکہ کے امیر مقرر ھوئے تھے، فریضہ حج ادا کیا۔

۹ھ میں بعض وجوھات کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود حج کے لئے تشریف نہیں لے جا سکے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو امارت حج کے منصب پر مامور فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی

اللہ عنہ تین سو مسلمانوں کا قافلہ لے کر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نقیب اسلام ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ ، اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ معلم تھے ۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں نے پورے اطمینان سے اجتماعی طور پر فریضہ حج ادا کیا ۔ اور اس سال رسم حج سنت ابراھیمی کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ۔ اس حج کا ایک مقصد یہ تھا کہ خانۂ خلیل میں عہد جاھلیت کے اختتام اور حکومت اسلام کی ابتدا کا اعلان کیا جائے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ عہد جاھلیت کی ان تمام رسومات و بدعات کے خاتمہ کا اعلان کیا جائے ۔ جن پر صدیوں سے عرب کاربند ہو کر چلے آرھے تھے ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو سنت ابراھیمی کے مطابق حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور منیٰ کے مقام پر مشرکین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا ، اور پھر یہ منادی کرا دی ۔

الا لایحج بعد العام مشرک ولا یطوف بالبیت بعد الیوم عریان .

(یعنی اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے ارادے سے نہ آئے اور آج کے بعد کوئی شخص ننگا رسم جاھلیت کے مطابق خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے ۔

جب ۹ ھ کے اس حج میں تمام مشرکانہ باتوں اور بدعتوں کا ازالہ ہو گیا اور مشرکین کے لئے بیت اللہ کا حج ممنوع قرار دیا گیا تو اب وہ وقت آ گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے فریضہ

کو خود عملی طور پر انجام دیں ۔ چنانچہ ذی قعدہ ۱۰ ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حج بیت اللہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے نکلے ۔ ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے زیادہ جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ۔ ۴ ذی الحجہ ۱۰ ھ کو آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ۔ آپ نے اس آخری حج (جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں) میں ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید کو سنت ابراہیمی کے مطابق مناسک حج ادا کرنے کی تعلیم دی اور اس طرح کعبہ کفر و شرک کی ظلمتوں سے پاک ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عبادات ابراہیمی کا مرکز قرار پایا ۔ گویا آج رب کعبہ کے اس حکم « وطہر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود » (۲۲ ۔ ۲۶) کی تعمیل آخری بار آپ کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی اور خدا کا یہ گھر قیامت تک کے لئے صرف اسی کی عبادت و پرستش کے لئے مخصوص ہو گیا

اور اس دن سے آج تک برابر فرزندان توحید لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے گوشے گوشے سے دور دراز کا سفر طے کرکے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اور فریضہ حج ادا کرتے ہیں ۔

حوالہ جات

۱۔ حکمۃ التشریع و فلسفۃ ص ۲۷۶ ، ج ۱
۲۔ حکمۃ التشریع و فلسفۃ ، ص ۲۸۱ ، ج ۱ ، الرحلۃ الحجازیہ ، محمد حبیب البتنونی ص ۱۵۱ ج۱
۳۔ عبدالقدیر ، بیت المقدس ص ۱۶۷
۴۔ الرحلۃ الحجازیہ ص ۱۵۱ ، ج ۱ ، حکمۃ التشریع و فلسفۃ ص ۲۷۹ ج ۱ ،
۵ ۔ ایضاً ص ۱۵۰ ج ۱
۶ ۔ دلائل النبوۃ ، ص ۳۹۴ ، طبع مصر سنۃ ۱۳۸۹ ھ
۷۔ الاعلام بأعلام بیت اللہ الحرام ، ص ۱۳ ، ازرقی المتوفی سنۃ ۲۵۰ . ھ اخبار مکہ حصہ اول ص۱۳

۸ ـ ڈوزی فرانسیسی الاصل ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئے تھے ، ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے کئی قابل قدر کتابوں کے مـؤلف عربی مخطوطات پر کام سے ان کو خاص لگاؤ تھا سنة ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے (احمد عطیة اللہ القاموس الاسلامی ص ۳۰۷ ، ج ۲)

۹ـ ابن کثیر ، البدایہ ص ۱٦۳ ، ج ۱

۱۰ـ مرآة الحرمین ، ص ۲٦۹ ج ۱

۱۱ـ فی منزل الوحی ص ۳۰۳

۱۲ـ حج ۲٦ ـ

۱۳ـ البقرہ ۱۲۷

۱۴ـ ابراھیم ، ۳۷

۱۵ـ آل عمران ۹٦

۱٦ـ محمد طاھر الکروی ، مقام ابراھیم علیہ السلام ، ص ۳۳ ، طبع مصر ، ازرقی ، اخبار مکہ

۱۷ـ ازرقی ، اخبار مکہ ص ۳۳ ، ج ۱

۱۸ـ حج ـ ۲٦

۱۹ـ القرئ القاصدام القرئ ، ص ۲۳

۲۰ـ القرئ لقاصدام القرئ ص ۲۵

۲۱ـ القری لقاصدام القرئ ص ۳

۲۲ـ اسی کو ایک فارسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے :ـ

وما زلنا نحج البیت قدمـا ہم ہمیشہ سے خانہ کعبہ کا حج کرتے اور امن و امان سے بطحا میں

ونلقی بالا باطح آمنـینا ڈیرے ڈالتے رہے ہیں ـ

وساسان بن بابک سارحتی ساسان بن بابک اپنے سرداروں کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ پہنچا ،

اتی البیت العتیق باصیدنیـا اس کا طواف کیا اور حضرت اسماعیل کے کنوئیں پر جو پینے والوں کو

وطاف بہ وزمزم عندبیر سیراب کرتا ہے خدا کی تعریف کا راگ گایا ۔

لاسماعیل تروی الشاربینـا (معجم البدان ، ص ۳۰۱ ج ۳ ، طبع بیروت)

۲۳ـ تاریخ العرب قبل الاسلام ص ۲۲۵ ج ۵

۲۴ـ بقرہ ۱۹۹

۲۵ـ بخاری ص ۵۴۱ ، ج ۱ ـ

حج میں استطاعت کا مسئلہ

محمد خالد مسعُود

مقامات مقدسه کا سفر تقریباً تمام ادیان میں مذهبی حیثیت سے شامل رها هے لیکن اکثر لوگ سفر کی مشقت کے علاوہ صعوبت کی مزید صورتیں اختیار کر لیتے تھے اور انھیں دینی حیثیت دے کر اجر و ثواب کا سبب قرار دے لیتے تھے ۔ سارا راسته پیدل چل کر جاتے ، ننگے بدن اور ننگے پاؤں چلتے ، زادِ راه کے بغیر چلتے ، راستے میں بیمار پڑتے ، بھیک مانگتے ، اور ان سب اضطراری اور اختیاری تکلیفوں کو ثواب کا ذریعه سمجھتے تھے ۔

اسلام سے پہلے عرب کے جاهلی حج میں بھی ایسے هی رسم و رواج جاری تھے ۔ حضرت عکرمه حضرت عباس سے روایت کرتے هیں که یمن کے لوگ حج کے لئے آتے تو کوئی زادِ راه لے کر نہیں چلتے تھے ۔ کہتے تھے هم تو توکل پر عمل کر رهے هیں ۔ چنانچه جب یه لوگ مکے میں آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے ۔ اسی پر آیت نازل هوئی وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (زادَ راه لے کر چلو اور سب سے بہتر زادِ راه تقوی اور پرهیزگاری هے ۔ (۱)

شیخ عبدالحق محدث دهلوی اس آیت کی تفسیر میں اس تعبیر کی طرف اشاره کرتے هوئے فرماتے هیں „ ممکن هے که اس سے یه مراد هو که سفر حج کے لئے کچھ زادِ راه لے کر چلا کرو اور اس